



## کلام اقبال (فارسی، اردو) میں ٹیپو سلطان کا تذکرہ، تقابلی تجزیہ

**Dr. Hafiz Mansoor Ahmad**

Assistant Professor Persian, UOS

**Shahid Imran**

M Phil Scholar

### **Abstract:**

The topic of this research article is “Kalam-e-Iqbal main Tipu Sultan ka tazkara”. This research aims to scrutinize the endeavors of Tipu Sultan in Allama Iqbal's poetry. Iqbal in his poetry wants to arise the passion of the Muslims of subcontinent; in this regard he memorizes them the bright past of the Muslims. As an example, Iqbal has kept in his poetry the great personalities of the history of the world; the soldiers dedicated to the abundance of struggle, the mujahideen who sacrificed their lives in the religion of Islam, the people who sacrificed their lives to achieve the destination and the difficult stages, accidents and events on them. He introduces the Muslims of the subcontinent to the achievements of great Muslim personalities and commanders and gives them the message of thinking and action and adopting the qualities of freedom. Sultan Tipu performed such feats of freedom and bravery, which are a symbol of bravery in history today; it is based on the fact that the extent to which the British faced resistance in the form of Sultan Tipu is not found in the entire subcontinent. Iqbal puts these achievements of Lion of Mysore as an example in front of the Islamic nation and gives them a sense of their greatness, Iqbal tries to awaken the Muslims from the dream; he also reveals the real secret of life, the example of which is the life of Tipu Sultan, who presented life and took an eternal life.

**Key Words:** struggle, sacrificed, destination, subcontinent, achievements, freedom, resistance

میدان جنگ میں یوں تو ساری فوج لڑتی ہے لیکن میدان جنگ میں فتح و شکست کا دار و مدار سپہ سالار کی بہادری اور جنگی حکمت عملی پر ہوتا ہے۔ سپہ سالار اپنی فوج کو نہ صرف ترتیب دیتا ہے بلکہ دشمن پر غلبہ پانے کے لیے مختلف حربی لوازمات کا استعمال کرتا ہے۔ عسکری تاریخ میں مسلم سپہ سالار اس حوالے سے درخشاں ستارے کی طرح روشن ہیں۔ جن کی جرات و بہادری اور میدان جنگ میں ثابت قدمی کے عملی نمونوں سے تاریخ بھری پڑی ہے ان کی ثابت قدمی، استقامت اور شجاعت عالم اسلام کے ہر فرد کے لیے عملی جدوجہد کا بہترین درس ہے۔

وقت گزرنے کے ساتھ پوری دنیا میں مختلف تبدیلیاں رونما ہوئی ہیں ان تبدیلیوں نے انسان کی تہذیب و تمدن، فکر اور سوچ پر گہرا اثر ڈالا ہے جدیدیت اور مغربی تہذیب نے دنیا کے ہر کونے کو اپنی لپیٹ میں لیا ہے۔ موجودہ دور میں نئی نسل کی تاریخ اسلام میں دلچسپی نہ ہونے کے برابر ہے۔ ضروری ہے کہ نئی نسل اپنے اسلاف کی عظمت، بہادری اور جنگی کارناموں سے روشناس ہوتا کہ ان کے اندر اپنے اسلاف کی عظمت کا احساس اجاگر ہو۔ حضور اور صحابہ اکرام نے جس مضبوط اسلامی ریاست کی بنیاد رکھی تھی وقت کے ساتھ یہ وسیع ہوتی چلی گئی اور پھر آہستہ آہستہ مختلف اسلامی ریاستیں وجود میں آنے لگیں، مختلف مسلم سپہ سالاروں نے اسلام کے فروغ اور اسلامی ریاستوں کی وسعت کے لیے گراں قدر جنگی کارنامے سرانجام دیئے۔ اقبال نے اپنے کلام میں ان عظیم مسلم سپہ سالاروں کی عظمت کو بیان کیا ہے اور ان کی بہادری اور قربانیوں کو خراج تحسین پیش کیا ہے۔ کلام اقبال میں جن مسلم سپہ سالاروں کا تذکرہ ہے ان میں ایک نام ٹیپو سلطان کا بھی ہے۔ سلطان ٹیپو کا اصل نام سلطان فتح علی تھا وہ اور ان کے والد حیدر علی انگریزوں کے خلاف مسلسل مصروف جہاد ہے۔ حیدر علی کی وفات کے بعد ٹیپو سلطان، میسور کے فرماں روا بنے۔ ایٹ انڈیا کمپنی کے خلاف سینہ سپر رہے



اٹھارہویں صدی عیسوی میں برصغیر کے مسلمان خستہ حالی کا شکار تھے۔ وہ جمود و نامیدی کا شکار ہو چکے تھے۔ ان کی سیاسی، معاشی، تہذیبی اور تمدنی حالت ابتری کا شکار تھی۔ اس ناگفتہ بہ حالت میں ریاست میسور سے غیرت و حمیت اور عزم و استقلال کی ایسی کرن پھوٹی جس نے برصغیر کے تمام مسلمانوں کو ان کی میراث حیات کا درس یاد دلا دیا۔ سلطان ٹیپو کی طبیعت میں ہمت و شجاعت، ذہانت و فطانت اور حریت کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ برصغیر میں انگریزوں کو سب سے بڑی مزاحمت کا سامنا سلطان ٹیپو کی صورت میں ہوا۔ ٹیپو سلطان کا نظریہ تھا کہ آزادی سے برتر کوئی چیز نہیں ہے اور غلامی سے بڑھ کر کوئی ذلت نہیں ہے۔ ٹیپو سلطان کی ولادت ریاست میسور کے ایک قصبہ دیون ہلی میں ہوئی۔ محمد الیاس ندوی لکھتے ہیں

”حیدر علی نے کڑپہ کے گورنر میر معین الدین کی لڑکی فاطمہ بیگم سے جو فخر النساء بھی کہلاتی تھیں دوسری شادی کی اسی سے حیدر علی کو 20 ذی الحجہ 1163ھ مطابق 20 نومبر 1750ء کو بنگلور سے شمال مشرق میں واقع ایک قصبہ دیون ہلی میں ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام حیدر علی نے اپنے والد فتح محمد کے نام پر فتح علی اور آرکاٹ کے بزرگ ٹیپو مستان ولی کے نام پر جس کے مزار پر حاضر ہو کر فاطمہ بیگم نے نیک بخت فرزند کی ولادت کی دعا کی تھی ٹیپو سلطان رکھا۔“ (1)

ٹیپو سلطان کی ولادت ”دیون ہلی“ میں ہوئی۔ جس کا نام سلطان ٹیپو نے ”یوسف آباد“ رکھا۔ حیدر علی نے بیٹے کی تعلیم و تربیت پر خصوصی توجہ دی۔ ٹیپو کو اسلامی علوم سے خاص لگاؤ تھا اس کے علاوہ عربی، فارسی، انگریزی اور فرانسیسی زبانوں پر بھی مہارت حاصل تھی۔ اردو زبان جو اپنے تشکیلی مراحل طے کر رہی تھی۔ سلطان اس زبان سے بھی آگاہ تھا۔ شہسواری، تیر اندازی، شمشیر زنی اور حربی اصول و ضوابط کا ٹیپو مکمل علم رکھتا تھا۔ ٹیپو سلطان نے بصیرت اور زور بازو سے میسور کی ریاست کو مزید مضبوط کیا۔ چونکہ ان کے والد حیدر علی خاں نے رسمی تعلیم حاصل نہیں کی تھی۔ جس کی وجہ سے بہت سے انتظامی اور جنگی معاملات میں حیدر علی کو ناموافق حالات کا سامنا کرنا پڑا۔ اس چیز کو مد نظر رکھتے ہوئے انھوں نے ٹیپو کی تعلیم و تربیت میں کوئی دقیقہ فرو گزاشت نہ کیا۔ اس وقت کے مروجہ علوم کے ساتھ ساتھ ٹیپو کی دینی تعلیم اور حربی فنون کا بھی اہتمام کیا گیا۔ ان اقدامات کی وجہ سے سلطان پندرہ سال کی عمر میں ایک بہترین ادیب اور نڈر سپہ سالار کے طور پر سامنے آیا عین جوانی میں ہی سلطان حیدر نے اپنے بیٹے ٹیپو کو میدان جنگ میں اپنی بہادری دکھانے کے مواقع فراہم کیے۔ مدراس کی جنگ میں حیدر علی نے اپنی فوج کے ایک دستے کی کمان ٹیپو کے سپرد کر دی تھی۔ حافظ محمد احسن لکھتے ہیں:

”سلطان کی عمر ابھی پندرہ سولہ برس کی تھی کہ اس کو میدان جنگ میں اپنے جوہر دکھانے کا موقع ہاتھ لگا۔ 1768ء میں انگریزوں اور حیدر علی کے درمیان لڑائی شروع ہوئی۔ اس جنگ میں حیدر علی نے اپنی فوج کی کمان شہزادہ ٹیپو کے سپرد کی۔ ٹیپو نے اپنا جاہ و جمال پہلے پہل مدراس میں دکھایا۔ مدراس کے محاذ پر ہی اس نے انگریزی فوجوں کو پہلی شکست دی۔“ (2)

ٹیپو سلطان کی بہادری، حب الوطنی اور جذبہ جہاد کو دیکھتے ہوئے اقبال نے اس مردِ مجاہد کا تذکرہ اپنے کلام میں نہایت عقیدت کے ساتھ کیا ہے۔ اپنی کتاب ضربِ کلیم کی نظم بعنوان ”سلطان ٹیپو کی وصیت“ میں اقبال نے سلطان میسور کے اوصاف کو بہت زیادہ سراہا ہے۔ اسی نظم میں اقبال کہتے ہیں:

تورہ نورِ دُشوق ہے؟ منزل نہ کر قبول!

لیلیٰ بھی ہم نشیں ہو تو محمل نہ کر قبول!

اے جوئے آبِ بڑھ کے ہو دریائے تند و تیز!

ساحل تجھے عطا ہو تو ساحل نہ کر قبول! (3)

مردِ مومن کی صفت ہے کہ اس کا دل عشقِ حقیقی کا مرکز ہوتا ہے اور پھر اس عشق کی انتہا کے لیے وہ کسی بھی لمحے اپنی جستجو کو ترک نہیں کرتا کسی دنیاوی منزل کی طلب اس کے مطمع نظر میں نہیں ہوتی۔ اقبال ”ٹیپو سلطان کی نصیحت“ میں مردِ مومن کے لیے ایک تحریر کی پیغام دیتے ہیں کہ اے مردِ مومن اگر تو ایک موعج ہے تو اپنی جدوجہد سے ایک وسیع دریابن جا اور اگر تجھے ساحل میسر ہو تو اس پر اکتفا نہ کر اسی لیے اقبال کہتے ہیں:



مومن کے جہاں کی حد نہیں ہے

مومن کا مقام ہر کہیں ہے (4)

مومن کا جہاں محدود نہیں ہے۔ یہ کائنات اس کے لیے وجود میں آئی۔ اس لیے اس کا کسی منزل پر جمود اس کی فطرت کے خلاف ہے۔ مومن کا مقام یہ ہے کہ وہ مسلسل عملِ پیہم کے ذریعے منزلیں طے کرتا چلا جاتا ہے۔ اس کی فطرت میں تسخیرِ نفس کے ساتھ تسخیرِ کائنات کی طلب موجزن رہتی ہے۔ وہ اپنے عملی کردار اور درخشاں اخلاق کے ذریعے کائنات کے رازوں سے پردہ اٹھاتا رہتا ہے۔ اس کے سامنے کائنات عالم کا وجود اپنے اندر وسعتوں کے ساتھ غور و خوض کا متقاضی ہوتا ہے اور اس پہ فکر و عمل کی جستجو ہی اس کا عملی نمونہ بنتی ہے۔ اسی حوالے سے اقبال کا شعر ہے:

نہ تو زمیں کے لیے ہے نہ آسمان کے لیے

جہاں ہے تیرے لیے تو نہیں جہاں کے لیے (5)

انسان جہاں نائبِ خدا ہے وہاں تسخیرِ کائنات اس کی سرشت میں شامل ہے کیونکہ کائنات کے تمام رنگ اس کے لیے تخلیق کیے گئے ہیں۔ اسی کی سوچ و وسیع، اس کا عزم بلند اور اس کی منزل جُز کائنات نہیں کل کائنات ہونی چاہیے۔ اس کی سوچ عامیانه نہیں بلکہ فاضلانہ اور محققانہ ہونی چاہیے۔ عقل کی غلامی انسانی سوچ اور تخیلاتی دائرے کو محدود کر دیتی ہے۔ اس کے برعکس عشق کے ذریعے مردِ مومن دل کی بیجا آنکھ کے توسط سے کائنات کے پردوں کو چاک کر کے مخفی رازوں کو آشکار کرتا ہے۔ یہ راز انسان، کائنات اور خالق کائنات کی حقیقت کو واضح کرتا ہے۔ اقبال اسی لیے کہتے ہیں کہ انسان نہ تو عقل کا غلام ہو اور نہ اپنی جستجو کو محدود رکھے اسی نکتہ کو اقبال ٹیپو سلطان کی نصیحت میں بیان کرتے ہیں:

کھویانا جاعنم کدہ کائنات میں!

محفل گداز! گرمی محفل نہ کر قبول!

صبح ازل یہ مجھ سے کہا جبرئیل نے

جو عقل کا غلام ہو، وہ دل نہ کر قبول!

باطل دوئی پسند ہے، حق لاشریک ہے

شرکت میانہ حق و باطل نہ کر قبول! (6)

کائنات بت خانوں سے بھری پڑی ہے۔ لیکن مردِ مومن بت شکن ہے اس کی خودی سے کائنات عالم کی نبض رواں ہے۔ وہ محفل کی گرمی میں مدہوش نہیں ہوتا۔ وہ تو عیش و عشرت کی زندگی سے دور ہوتا ہے۔ اقبال ٹیپو سلطان کی نصیحت میں مردِ مومن کے لیے پیغام رساں ہیں کہ تخلیق کے وقت حضرت جبرئیل نے نصیحت کی تھی ایسا دل قبول نہ کرنا جو عقل کا غلام ہو کیونکہ انسانی عقل ہمیشہ ذاتی نفع اور نقصان کی گردش میں پڑی رہتی ہے اور عشق انسان کو نفع و نقصان سے بالا کر کے کلمہ اللہ کے احیا کے لیے ہر خطرے سے لڑ جانے کا درس دیتا ہے۔ اسی بات کو اقبال اس شعر میں بیان کرتے ہیں:

بے خطر خود پڑ آتشِ نمرود میں عشق

عقل ہے کہ محو تماشا لے لبِ بامِ ابھی (7)

عشق خطرات و خدشات کو نہیں دیکھتا جہاں عقل محو حیرت ہو جاتی ہے۔ وہاں عشق اپنی منازل طے کرتا چلا جاتا ہے۔ سلطان ٹیپو کی یہ نصیحت ہر دور کے مسلمان کی ضرورت ہے۔ خود سلطان ٹیپو کی عملی زندگی مسلم امہ کے لیے عملی نمونہ ہے۔ باطل کی تعلیمات طاقتور کی اطاعت ہے اور حق کی تلقین ہے کہ خدائے واحد کے علاوہ کسی کے آگے سر نہ جھکایا جائے۔ آخری شعر ”ٹیپو کی نصیحت“ میں اسی بات کی وضاحت ہے۔ اے مردِ مومن حق کے ساتھ باطل کو شامل نہ کر۔ تیرا مقصود حق کی پیروی ہے اور جب حق کا نعرہ بلند کرتا ہے تو اس میں طاغوتی طاقتوں کی اطاعت کو شامل نہ کر۔ حق و باطل کی کشمکش میں مومن سب سے پہلائی دیوار بن کر حق کے ساتھ قائم رہتا ہے۔ اقبال کہتے ہیں:



ہو حلقہ یاراں تو بریشم کی طرح نرم

رزم حق و باطل ہو تو فولاد ہے مومن (8)

مومن جہاں شفیق القلب، ہمدرد، مہربان اور درگزر کرنے والا ہوتا ہے، وہاں معرکہ حق و باطل میں ڈٹ جانے والا مرد مجاہد ہوتا ہے۔ رزم حق و باطل میں وہ فولاد اور چٹان کی طرح مضبوط کھڑا ہوتا ہے۔ میدان جنگ میں اس کے پاؤں کبھی بھی لڑکھڑاتے نہیں بلکہ کراری صورت میں باطل کے خلاف سینہ سپر ہوتا ہے۔ مومن کی صفات میں شامل ہے کہ وہ آپس میں نرم طبیعت کا مالک ہوتا ہے جبکہ دشمنان اسلام کے خلاف عزم و استقلال اور بہادری کا پیکر ہوتا ہے۔ وہ اپنے جذبہ جہاد اور طلب شہادت میں اس قدر منہمک ہوتا ہے۔ کہ باطل کے کسی بھی حربے سے متزلزل نہیں ہوتا۔ اس حوالے سے اقبال سلطان ٹیپو کی شہادت اور عظمت کو بیان کرتا ہے:

آں شہیدان محبت را امام

آبروئے ہندو چین و روم و شام

نامش از خورشید و مہ تابدہ تر

خاک قبرش از من و تو زندہ تر

عشق رازے بود بر صحرانہاد

توندانی جاں چہ مشتاقانہ داد

از نگاہ خواجہ بدر و حنین

فقر و سلطان وارث جذب حسین (9)

”یہ سلطان ٹیپو ہے جو شہد اکا امام اور ہندو چین و روم کی آبرو ہے۔ اس کا نام خورشید و مہ سے زیادہ چمک رہا ہے۔ اس کی قبر کی خاک ہم سے زیادہ زندہ ہے۔ عشق ایک راز تھا جسے اس نے عیاں کر دیا تو نہیں جانتا کہ اس نے کس مشتاقانہ انداز سے جان دی۔ خواجہ بدر و حنین کی نگاہ فیض سے سلطان شہید کا فقر جذب حسین کا وارث تھا۔“

اقبال نے اس عظیم سپہ سالار اسلام کو شہد اکا امام کہا ہے اور اسے نہ صرف برصغیر بلکہ چین و روم اور شام کی آبرو کہا ہے کیونکہ سلطان کی بہادری اور جذبہ جہاد اس پورے خطے کے لیے ایک مثال بن گیا۔ آج اسی جذبہ جہاد اور عزم و استقلال کی وجہ سے اس مرد مجاہد کا نام خورشید و مہ سے زیادہ روشن ہے اور اس کی قبر کی خاک ہم سے زیادہ زندہ ہے۔ اقبال اس عظیم مجاہد کی شہادت کو عشق کے عظیم راز سے تشبیہ دیتے ہیں۔ حضور سرور کائنات کی محبت دل میں رکھے ہوئے یہ عظیم سپہ سالار شہید کر بلا کے جذبے کا وارث تھا۔ جس طرح امام حسینؑ تن تہا زیدی فوج کے سامنے سینہ سپر کھڑے رہے اور جام شہادت نوش کیا اسی طرح ٹیپو سلطان بھی آخری وقت میں دشمن کے زرعے میں تھے۔ جان بچا سکتے تھے، لیکن جان کی پروا نہ کرتے ہوئے شجاعت و بہادری کی عظیم داستان رقم کی۔ محمد الیاس ندوی لکھتے ہیں:

”دوران جنگ بیاس سے بے قرار سلطان بار بار اپنے غلام سے پانی طلب کرتا رہا لیکن اس شقی قلب ضمیر فروش ملازم نے ایک قطرہ پانی بھی سلطان کو

نہیں دیا۔“ (10)

سلطان کی فوج میں بہت سے غدار تھے۔ ان میں ایک پانی کی چھاگل پکڑے وہ ملازم تھا جو دوران جنگ پانی کے لیے موجود تھا۔ اس نے طلب کرنے کے باوجود سلطان کو پانی کا ایک قطرہ نہیں دیا۔ کر بلا کے لقمہ و دق صحرائیں نواسہ رسول دوران جنگ بیاس کی شدت سے نڈھال تھے۔ اسی طرح سلطان بھی معرکہء کارسا میں بیاس سے بے مجال تھے لیکن غدار شقی القلب غلام نے پانی کا ایک قطرہ بھی سلطان کو نہیں دیا اسی منظر کو دیکھتے ہوئے اقبال نے سلطان ٹیپو کو جذبہ حسین کا وارث قرار دیا جنگ کے دوران میں اگر سلطان ٹیپو چاہتے تو جان بچا سکتے تھے مگر انھوں نے جان بچانے کی بجائے میدان میں لڑنے اور رزم حق میں شہادت پانے کو ترجیح دی۔ محمد الیاس ندوی لکھتے ہیں:



”اس دوران سلطان کے ایک نو مسلم خادم راجہ خاں نے سلطان کو آواز دی کہ حضور اگر اب بھی آپ اپنی جان کی حفاظت کے لیے خود کو دشمن کے حوالہ کر دیں تو وہ آپ کے منصب کا پاس رکھ کر آپ کی جان کو بخش دیں گے۔ سلطان یہ الفاظ سن کر جلال میں آگیا۔ غصہ سے کانپتے ہوئے پلٹ کر بلند آواز سے کہنے لگا ”میرے نزدیک شیر کی ایک دن کی زندگی گیدڑ کی سو سالہ زندگی سے بہتر ہے۔“ (11)

جب تک سلطان کے جسم میں طاقت اور سانس باقی رہی۔ سلطان دلیری کے ساتھ لڑتا رہا اور آخری دم تک مزاحمت کرتا رہا۔ جنگ کے دوران جب فوجیں آمنے سامنے تھیں اور گھمسان کارن پڑا ہوا تھا۔ سلطان اگر میدان چھوڑنا چاہتے تو آسانی سے وہاں سے نکل سکتے تھے لیکن انھوں نے کمال شجاعت سے تاریخی لفظ دہراتے ہوئے جام شہا دت نوش کیا کہ شیر کی ایک دن کی زندگی گیدڑ کی سو سالہ زندگی سے بہتر ہے۔ تاریخ ہمیشہ بہادروں کو یاد رکھتی ہے۔ یہ ہی وجہ ہے کہ آج بھی سلطان ٹیپو کا نام بہادری کا استعارہ ہے۔ ان کی شہادت نے جذبہ حریت کی تاثیر کو جلا بخشی حافظ محمد احسن لکھتے ہیں:

”گورافوج برابر بڑھ رہی تھی جزل بیڑ بھی اس کے ہمراہ تھا۔ کینہ و کدورت کا دھواں ابھی تک اس کے دل و دماغ پر چھا رہا تھا۔ آخر کچھ انگریز سپاہی سلطان کے قریب آگئے۔ ایک سپاہی نے زریں پٹی پاتاھ ڈالا سلطان نے پلٹ کر تلوار کا وار کیا جس سے اس کا گھٹنا زخمی ہو گیا۔ سپاہی نے فوراً آٹھانہ تاک کر گولی چلائی وہ سلطان کی کن پٹی کو چیر کر نکل گئی اور آپ کی روح قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی۔“ (12)

تاریخ گواہ ہے انگریزوں کے خلاف ہندوستان میں جس قدر سلطان ٹیپو نے مزاحمت اور بہادری کا مظاہرہ کیا۔ اس کی مثال نہیں ملتی۔ سلطان کی شہادت کے بعد انگریزوں نے نہ صرف میسور پر قبضہ کیا بلکہ پورے ہندوستان کے دروازے ان پر کھل گئے اقبال ان کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے کہتے ہیں:

رفتِ سلطان زبیں سر اے ہفت روز

نوبتِ اور دکن باقی ہنوز!

حرف و صورت نام و فکر نام تمام

کے تو اس گفتنِ حدیثِ آں مقام! (13)

”سلطان شہید اس ہفت روزہ دنیا سے جاچکا ہے مگر دکن میں اس کے مرقد پر اب تک نوبتِ سبقتی ہے۔ میرے الفاظ میری آواز دونوں خام ہیں۔ میری سوچ نام تمام ہے میں اس مقام کی شان کیسے بیان کر سکتا ہوں۔“

اقبال ٹیپو سلطان کی شہادت کو عقیدت و احترام کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔ اس عارضی دنیا میں کوئی بھی وجود دائمی نہیں ہے۔ سلطان نے جس شان و شوکت اور رعب و دبدبے کے ساتھ انگریزوں کا مقابلہ کر کے شہادت کا جام نوش کیا اس کی عظمت آج بھی سلطان کے مرقد پر نظر آتی ہے۔ آج بھی سلطان کی یاد میں اس کے مرقد پر نقارہ بجایا جاتا ہے۔ سلطان کی بہادری اور شجاعت کے صرف مسلمان اور فرانسسیسی معترف نہیں تھے انگریزی فوج جو سلطان کی بہادری دیکھ رہی تھی شہادت کے بعد سلطان کے جنازے میں ساتھ ساتھ چل کر عظمتِ سلطان کی گواہی دے رہی تھی۔ محمد الیاس لکھتے ہیں:

”انگریز فوج کی چار کمپنیاں میت کے پیچھے چل رہی تھیں لوگوں کی بے پناہ بھیڑ سے جنازہ آہستہ آہستہ جارہا تھا محل لگیاں اور بازار سنسان تھے۔ جنازہ

میں سب سے آگے قاضی شہر تھے جو قرآنی آیات بلند آواز سے پڑھ رہے تھے اور لوگ اسے دہرا رہے تھے۔ راستہ میں بلا تفریق مذہب و ملت مزید لوگ

اس جلوس میں شامل ہوتے گئے۔“ (14)

سلطان کی عظمت اور جرات کا اعتراف اس سے بڑھ کر کیا ہو گا کہ دشمن ان کے جنازے کے احترام میں سر جھکائے پیدل چل رہے تھے۔ ان کے جنازے پر مسلمان آیات کا ورد کرتے چلے جا رہے تھے میسور کی عوام جہاں غم سے شکستہ دل تھی وہاں دشمن کے لبوں پر سلطان کی بہادری کے قصے تھے۔ اقبال کہتے ہیں کہ آج بھی یہ جاہ و جلال اور یہ شان و



شوکت سلطان ٹیپو کے مرقد پر نظر آتی ہے اور یہ کیفیت ایسی ہے جس کو لفظوں کے ذریعے بیان نہیں کیا جاسکتا۔ سلطان نے زندگی کا راز جان کر اپنی حیات کو امر کر دیا اور آج بھی حیات جاوداں کا نظارہ سلطان کے مقبرہ پر دیکھنے کو ملتا ہے۔ اقبال یہ منظر بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

زائرِ شہر و دیارم بودم  
چشمِ خود را بر مزارم سودم  
اے شناسائے حدودِ کائنات

در دکن دیدی ز آثارِ حیات (15)

”تو نے میرے شہر دیار کی زیارت کی ہے۔ تیری آنکھوں نے میرے مزار کو مس کیا ہے تو حدودِ کائنات کا شناسا ہے۔ کیا تو نے دکن میں زندگی کے آثار دیکھے ہیں؟“  
دکن جہاں سلطان نے زندگی کے اصل راز سے پردہ اٹھایا آج بھی سلطان کی عظمت کے نشاںوں سے سرشار ہے۔ بد قسمتی سے آج مسلم اممادیت اور مغرب کے دیے گئے نظام کے شکنجے میں پھنس چکی ہے۔ زندگی کے اصل راز سے نا آشنا ہے۔ آج بھی سلطان کا مزار جاہ و جلال اور عظمت کے کرشموں کے ساتھ ابدی حیات کا راز آشکار کر رہا ہے۔ سر زمین دکن آج بھی سلطان کے عظیم الشان کارنامے کی آئینہ دار ہے۔ اقبال ”دریائے کاویری کے نام سلطان ٹیپو شہید کا پیغام“ میں لکھتے ہیں:

رودِ کاویری کیے نرمک خرام  
خستہ شاید کہ از سیرِ دوام!  
در کستتاں عمر ہا نابیدہ  
راہِ خود را ہا مشرہ کاویدہ  
اے مرا خوشتر ز جیون و فرات

اے دکن را آبِ تو آبِ حیات (16)

”دریائے کاویری ذرا آہستہ چل شاید تو مسلسل رواں رہنے سے تھک چکا ہے۔ تو ساری عمر کستتاں میں فریاد کتاں رہا۔ تو نے نیاراستہ اپنا پلکوں سے کھودا ہے۔ میری نظر میں تو جیجیوں و فرات سے خوشتر ہے تیرا پانی دکن کے لیے آبِ حیات ہے۔“

دریائے کاویری کا شمار بھارت کے بڑے دریاؤں میں ہوتا ہے۔ یہ ریاست کرناتک کا اہم دریا اور دکن کی سر زمین سے گزرتا ہے۔ سلطان ٹیپو اس نظم میں دریائے مخاطب ہیں۔ اے دریا! آہستہ چل تو مسلسل رواں رہتا ہے تو نے اپنے لیے خود راستہ بنایا ہے اور تیرا پانی دکن کے لیے زندگی کی علامت ہے سلطان اپنی عظمت اس دریائے سے بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں:

اے ترا سارے کہ سوزِ زندگی است  
تیج میدانی کہ ایں پیغام کیست؟  
آنکہ میدانی طوافِ سطوتش  
بودہ آئینہ دارِ دولتش  
آنکہ صحرا ہا ز تدبیرش بہشت  
آنکہ نقشِ خود بخونِ خود نوشت (17)



وہ دریا جس کی (لہروں) کا سوا سوزِ زندگی پیدا کر رہا ہے۔ کیا تو جانتا ہے کہ کون تجھ سے ہمکلام ہے، تو جانتا ہے کہ یہ وہ شخص ہے تو جس کی سطوت کا طواف کرتا رہا جس کی تدبیر نے صحراؤں کو بہشت بنا دیا۔ جس نے اپنا نقش (حیات) اپنے خون سے رقم کیا۔

اقبال اپنی اس نظم میں سلطان کی بہادری، عظمت و ہمت، عزم و استقلال کا دریائے کاویری کو گواہ بناتے ہیں۔ جس سے خود سلطان مخاطب ہو کر کہتے ہیں کہ تو جانتا ہے کہ کون تجھ سے مخاطب ہے کیونکہ تو اس کے مرتبے و عظمت کا طواف کرتا رہا ہے اور تو یہ بھی جانتا ہے کہ میں نے اپنی زندگی کا نقش اپنے خون سے بنایا ہے۔ میں نے غلامی کی زندگی اور باطل قوتوں کے مقابلے میں موت کو ترجیح دی۔ میرا خون مسلم امہ کے جذبہ حریت کے لیے نمونہ عمل ہے۔ میرا پیغام حریت آنے والی نسلوں کے لیے ایسی مثال ہے۔ جس کی جھلک ہر دور کے معرکہ حق و باطل میں دیکھائی دے گی۔ اسی نظم میں اقبال مزید لکھتے ہیں:

آنکہ خاکش مرجعِ صدر آرزوست

اضطرابِ موجِ تُو از خونِ اوست

آنکہ گفتارش ہمہ کردار بود

مشرق اندر خواب و بیدار بود (18)

”جس کا مرقد آج سینکڑوں آرزوں کا مرجع ہے تیری موجوں کا اضطراب اسی خون کے باعث ہے جس کی گفتار سراپا کردار تھی۔ سارا مشرق سوراہا تھا مگر وہ بیدار تھا۔“

ٹیپو دریا سے مخاطب ہو کر کہتے ہیں کہ تیری موجوں میں اضطراب میرے خون کی وجہ سے ہے جب سارا مشرق انگریزوں کے ڈر سے خاموش ہو کر غلامی قبول کر رہا تھا تو میں نے نعرہ حق بلند کرتے ہوئے انگریزوں کا مقابلہ کیا کیونکہ میں زندگی کا اصل راز جان گیا تھا۔ زندگی کی بقا شہادت کی موت میں ہے۔ اس راز کو سلطان نے اپنی شہادت سے واضح کیا۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ بہت سے کردار زندگی کو موت کی طرح گزار کر ماضی کے نہاں خانوں میں چھپ جاتے ہیں اور بہت سے کردار ایسے ہیں جو موت کی حقیقت جان کر حیات جاودانی کا روپ دھار لیتے ہیں۔ اقبال اسی راز کو اس طرح بیان کرتے ہیں:

زانکہ در عرضِ حیات آمد ثبات

از خدا کم خواستم طولِ حیات!

زندگی را چیست رسم و دین و کیش؟

یک دم شہری بہ از صد سالِ میش (19)

”میں نے اللہ سے لمبی زندگی نہیں مانگی کیونکہ زندگی پیش کر دینے ہی میں اس کی بقا ہے۔ زندگی کی رسم و راہ و دین و آئین کیا ہے۔ شیر کا ایک لمحہ بھیڑ کے سوسال سے بہتر ہے۔“

زندگی ایک مخصوص وقت ہے جو پورا ہونے کے بعد موت کی صورت اختیار کر لیتی ہے۔ ٹیپو سلطان اسی نکتے کو بیان کرتے ہیں کہ میں نے خالق حیات سے لمبی زندگی نہیں مانگی کیونکہ میں آگاہ ہوں اس راز سے زندگی پیش کر دینے میں ہی بقا ہے اور زندگی کا آئین یہی ہے کہ شیر کا لمحہ بھیڑ کے سوسال سے بہتر ہے۔ شیر جس کی ہیبت سے جانور بھاگتے ہیں اور وہ میدان میں بہادری کی علامت ہے۔ ٹیپو سلطان اسی صفت شجاعت کے داعی تھے اور ان کی پوری زندگی اسی اصول پر گزری۔ یہ بات قابل غور ہے کہ ایسی مضبوط ریاست کا مالک کس طرح انگریزوں سے شکست کھا گیا؟ اگر حقائق کو دیکھا جائے تو سلطان کے پاس بہترین فوج، اسلحہ بارود اور گھوڑے دستیاب تھے۔ اس حوالے سے محمد الیاس لکھتے ہیں:

”دارالسلطنت کے آس پاس جنگوں میں مسلسل معروف رہنے والی ایک لاکھ فوج کے علاوہ حکومت کا نظم و نسق سنبھالنے والے سپاہیوں کی تعداد بھی ایک

لاکھ اسی ہزار کے قریب تھی۔ ساٹھ ہزار گھوڑے جس میں خالص عربی نسل کے ہی نصف کے قریب تھے۔ چھ ہزار اونٹ نو سو ہاتھی 2 لاکھ سے زائد

تلواریں 22 ہزار توپیں، چھ لاکھ مختلف ساخت کی بندوقیں اور بے حساب دیگر چھوٹے موٹے ہتھیار اور گولہ بارود سرکار میسور کی ملکیت میں

تھے۔“ (20)



سپاہیوں کی تعداد کے لحاظ سے اور حربی ساز و سامان کے لحاظ سے میسور ایک مضبوط اور مستحکم سلطنت تھی۔ سلطان ٹیپو کی شکست کی وجہ اپنیوں کی بے وفائی اور غدارانہ تھی۔ غداروں میں حیدر بخش، کرشنراؤ، میر صادق، ترملا پورنیا، لکشمی امبانی، میر عالم، میر غلام علی لنگڑا، میر معین الدین، میر قمر الدین، میر قاسم علی، ایاز خان اور راجہ خاں جیسے آستین کے سانپوں نے سلطان سے غدارانہ کی اور اس عظیم مسلم حکمران و سپہ سالار کی شکست اور شہادت کا موجب بنے۔ تاریخ کی ورق گردانی کی جائے تو معلوم ہوتا ہے۔ بہت ساری جنگوں میں مسلمان کم تعداد اور قلیل اسلحہ کے باوجود فاتح رہے۔ سلطان ٹیپو کے پاس نہ اسلحہ کی کمی تھی نہ فوجیوں کی قلت تھی۔ سلطان کی شکست کی وجہ صرف اپنیوں کی غدارانہ تھی۔ اقبال اس حوالے سے لکھتے ہیں:

جعفر ازبگال وصادق ازدکن  
نگِ آدمِ ننگِ دیں ننگِ وطن!  
ناقبول ونامید ونامراد  
ملنے ازکارِ شاہ اندر فساد  
ملنے کو بندہ ہر ملت کشاد  
ملک و دینش از مقام خود فتاد (21)

”بگال کا جعفر اور دکن کا صادق جو انسانیت، مذہب اور وطن سب کے لیے باعثِ ننگ ہیں یہ دونوں مردود، ناامید اور ناکام رہے مگر ان کی غدارانہ سے پوری قوم فساد کی نظر ہو گئی۔ وہ ملت اسلامیہ جس نے ہر ملت کی غلامی کے بند کھولے تھے اس کی سلطنت اور اس کا دین اپنے بلند مقام سے نیچے گر گیا۔“  
جنگی کامیابی کا دار و مدار جہاں فوج کی عددی اکثریت اور اسلحہ فراوانی پر ہوتا ہے، وہاں دشمن کی نقل و حرکت اور ارادوں سے آگاہ ہونا لازمی امر ہے۔ سلطان کی شکست اور شہادت کی سب سے بڑی وجہ سلطان کی فوج میں وہ غدار تھے۔ جو دشمن کو پیل پیل کی خبر دے رہے تھے۔ بعض دفعہ ایک غدار کی غدارانہ کا خمیازہ پوری نسل بھگتی ہے۔ اسی لیے اقبال میر جعفر اور میر صادق کو مذہب اور وطن کے لیے باعثِ ننگ قرار دیتے ہیں۔ جن کی ضمیر فریفتگی کی وجہ سے پورا میسور غلامی اور ذلت کی زد میں چلا گیا۔ سلطان کی شکست کی سب سے بڑی وجہ میر صادق کی غدارانہ تھی جس نے انگریزوں سے ساز باز کر کے سلطان کے تمام منصوبوں اور خفیہ معلومات کو انگریزوں تک پہنچا دیا۔ اس حوالے سے محمد الیاس لکھتے ہیں:

”نظام اور انگریز کمپنی کو سلطان کی فوجی تیاریوں کو اطلاع بھی برابر پہنچاتا رہا چونکہ بڑا چاہلوس تھا اور بات بات پر قرآن کی قسم کھاتا تھا۔ اس لیے اس کی باتوں پر سلطان کو شبہ نہیں ہوتا تھا۔“ (22)

اس نمک حرام کی غدارانہ کی سبب شیر میسور کو شکست ہوئی۔ آج بھی لوگ اس قبر پر سے گزرتے ہوئے تھوکتے ہیں اور اس پر لعن طعن کرتے ہیں۔ اقبال اس کی

غدارانہ پر مزید لکھتے ہیں:

ملنے راہر کجاغارت گرے است

اصل او از صادق یا جعفرے است (23)

”جہاں کہیں کوئی ملت تباہ ہوتی ہے اس کی تہہ میں کوئی صادق ہوتا ہے کوئی جعفر ہوتا ہے۔“

اگر عظیم مسلم سپہ سالاروں اور ان جنگوں کو دیکھا جائے جن میں ملت کے مجاہدوں کو نقصان پہنچا یا شکست ہوئی تو اس کی بڑی وجہ جعفر و صادق جیسے غدار تھے جنہوں نے اپنا ضمیر بیچ کر ملت کا سودا کیا۔ سلطان ٹیپو جیسے مسلم سپہ سالار کی شکست کی وجہ بھی میر صادق جیسے لعینوں کی غدارانہ تھی، اسلامی تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان جب تک وحدت کی لڑی میں پروئے رہے اور ان کی صفوں میں غدار نہیں تھے تب تک ان کی طاقت مستحکم اور سلطنت مضبوط رہی اور اسلام کی وسیع سلطنت کا قیام بھی ملی وحدت کی وجہ



سے تھا۔ مضبوط مسلم ریاستیں اور عظیم مسلم سپہ سالار کی طاقت کا مرکز و محور ملی وحدت اور انسانی مساوات پر تھا۔ میر صادق اور میر جعفر جیسے خدایوں نے جہاں اپنے سپہ سالاروں اور حکمرانوں سے خدایوں کی وہاں مضبوط مسلم ریاستوں پر کاری ضرب لگائی، خاص طور پر سلطان ٹیپو کی شہادت اور ریاست میسور کی تباہی مسلمانوں میں موجود خدایوں کی وجہ سے ہوئی۔ جنھوں نے دنیاوی لالچ کے لیے مسلمان کے مال و دولت اور عزت و ناموس کو دشمنوں کے ہاتھوں بیچ ڈالا۔ آج بھی ان خدایوں سے پوری مسلم امہ نفرت کرتی ہے اور ٹیپو سلطان جیسے بہادر سپہ سالاروں کو خراج تحسین پیش کرتی ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ جب تک مسلمانوں میں اخوت جذبہ ایمانی اور جذبہ جہاد موجود رہا وہ پورے عالم پر غالب قوم کی حیثیت سے چھائے رہے لیکن بد قسمتی سے جب ملی وحدت کا شیرازہ بکھرا اور مغرب کی مادیت پرستی کا رجحان بڑھا، تو مسلم امہ اپنے اسلاف کی میراث کو برقرار نہ رکھ سکی۔ دنیاوی لالچ میں پڑے خدایوں نے مختلف علاقوں میں پوری پوری ریاستوں کو غلامی کی دلدل میں پھینک دیا۔ جیسا کہ میر صادق کی خدای نے میسور کے مسلمانوں پر وہ کاری ضرب لگائی جس کا خمیازہ برصغیر کے مسلمانوں کو ڈیڑھ سو سال تک بھگتنا پڑا۔

#### حوالہ جات

- 1- محمد الیاس ندوی: ”ٹیپو سلطان شہید“ ایمان پبلی کیشنز، لاہور، 2019ء، ص 67-68
- 2- حافظ محمد احسن: ”100 عظیم مسلم جرنیل“ طیب شمشاد پرنٹرز، لاہور، 2022ء، ص 535
- 3- محمد اقبال: ”ضربِ کلیم“ مشمولہ ”کلیات اقبال (اردو)“ شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور، 1992ء، ص 534-535
- 4- ایضاً، ص 395
- 5- ایضاً، ص 341
- 6- ایضاً، ص 535
- 7- ایضاً، ص 278
- 8- ایضاً، ص 507
- 9- محمد اقبال: ”جاوید نامہ“ مشمولہ ”کلیات اقبال (فارسی)“ ص 1500
- 10- محمد الیاس ندوی: ”ٹیپو سلطان شہید“ ایمان پبلی کیشنز، لاہور، 2019ء، ص 202
- 11- ایضاً، ص 201
- 12- حافظ محمد احسن: ”100 عظیم مسلم جرنیل“ ص 265
- 13- محمد اقبال: ”جاوید نامہ“ مشمولہ ”کلیات اقبال (فارسی)“ ص 1500
- 14- محمد الیاس ندوی: ”ٹیپو سلطان شہید“ ص 207
- 15- محمد اقبال: ”جاوید نامہ“ مشمولہ ”کلیات اقبال (فارسی)“ ص 1518
- 16- ایضاً، ص 1522
- 17- ایضاً، ص 1522
- 18- ایضاً، ص 1524
- 19- ایضاً، ص 1526
- 20- محمد الیاس ندوی: ”ٹیپو سلطان شہید“ ص 115
- 21- محمد اقبال: ”جاوید نامہ“ مشمولہ ”کلیات اقبال (فارسی)“ ص 1444
- 22- محمد الیاس ندوی: ”ٹیپو سلطان شہید“ ص 228
- 23- محمد اقبال: ”جاوید نامہ“ مشمولہ ”کلیات اقبال (فارسی)“ ص 1450